تحقیق و تنقید

تاریخ اسلام میں فنِ شانِ نزول کی اہمیت - ایک تنقیدی نظر

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

قرآن فہمی میں فنِ شانِ نزول کی اہمیت و مناسبت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اس کی مدد سے بسا اوقات نزولِ قرآنِ کریم کا تاریخی پس منظر ہی نہیں معلوم ہوتا بلکہ آیات کریمہ کے معاشرتی سیاق وسباق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ علوم قرآنیہ کے ماہرین علماء نے اس پر متعدد فنی کتابیں لکھی ہیں[1]، محدثین کرام نے اپنی کتب احادیث نبوی میں اس پر مستقل باب باندھے ہیں[2]، مورخین نے واقعات کے بیان میں اس کے حوالے دئے ہیں[3] اور مفسرین عظام نے تو تقریباً بلا استثنار اس فن سے برابر استفادہ کیا ہے[4]۔ سردست ہمارا موضوع نہ تو شانِ نزول کے فن پر مفصل بحث ہے اور نہ ہی ان تمام آیات کریمہ کا تجزیہ وتحلیل پیش نظر ہے جن کے بارے میں شانِ نزول کا ذکر ملتا ہے۔ اس مضمون میں ایک بنیادی نکتے سے بحث کی جائے گی کہ تاریخ اسلام کے سمجھنے میں اس فن سے کیا مدد مل سکتی ہے اور کس حد تک اس فن کو تاریخ سے

---

[1] ملاحظہ کیجئے: واحدی، اسباب النزول، مصر ۱۳۱۵ھ، سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول، مصر ۱۹۵۴ء، سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، اردو ترجمہ، نور محمد کارخانہ تجارت کراچی (غیر مورخہ)، باب نہم، ص ۸۵-۹۸۔ [2] بخاری، الجامع الصحیح، باب تفسیر القرآن، نیز مالک بن انس، الموطا، امام مسلم بن حجاج الجامع الصحیح، ترمذی کی جامع کے تفسیر قرآن پر ابواب۔ [3] ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، ابن قتیبہ ابن اعثم کوفی، بلاذری، یعقوبی، طبری، ابن عبد البر، ابن خلدون اور ابن حجر جیسے متعدد مورخین وسیرت نگاروں کی تصانیف جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [4] مفسرین کرام اور ان کی تصانیف پر مکمل بحث آرہی ہے۔

مناسبت ہے۔ اور یہ محدود مطالعہ بایں طور اور بھی محدود ہو جاتا ہے کہ ہماری ساری توجہ سر دست صرف ایک واقعہ پر مرکوز رہے گی اور وہ ہے صدقات بنی مصطلق پر حضرت ولید بن عقبہ اموی کی بطور مصدق (محصل صدقات) تقرری، ان کا عمل اور اس کے ذیل میں سورۂ حجرات کی آیت نبأ کی شانِ نزول[1]۔

چونکہ فن شانِ نزول کی ساری عمارت روایت کی بنیادوں پر قائم ہے اس لئے زیر بحث مسئلہ میں تاریخی، تفسیری اور حدیثی روایات میں حد فاصل نہیں کھینچی جا سکتی۔ مزید برآں چوں کہ اس واقعہ کا ایک انتہائی، ہیجان آفریں اور اختلافی تاریخی پہلو ہے اس لئے بحث میں تاریخ و تفسیر و حدیث کا ایک حسین و دل چسپ امتزاج از خود ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہیں اور عرض کر چکا ہوں[2] کہ یہ واقعہ بجائے خود اتنا عجیب ہنگامہ خیز اور اختلافی نہ تھا کم از کم عہدِ نبوی یا عہد صحابہ میں ـــ کہ اس پر مستقل دفتر لکھے جاتے اور روایات کا ایک مجموعہ جمع کر دیا جاتا مگر ہمارے عباسی دور کے مورخین و مصنفین، محدثین و مفسرین، سوانح نگار و تذکرہ نگار حضرات نے اس واقعہ اور اس کے متعلقات پر ضرورت سے زیادہ توجہ دے کر اس کو انتہائی بدنما مسئلہ بنا دیا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ تذکرہ نگاران عہدِ عباسی نے حضرت ولید بن عقبہ اموی کی حیات پر بالخصوص عہد نبوی میں ان کی سرگذشت کے کسی اور پہلو پر سرے سے توجہ ہی نہ دی۔ صرف اسی واقعہ، صدقات بنی مصطلق پر اپنے قلم و فن کا سارا زور صرف کر دیا، اتنا کہ عہدِ عثمانی میں ان کے بعض طرزِ عمل پر جب یہ مصنفین و مورخین گرفت کرتے ہیں تو اس بینہ طرزِ عمل کا سرا عہد نبوی کے واقعہ سے جوڑ دیتے ہیں اور بعد میں رونما ہونے والے واقعہ کی دلیل اور ثبوت پندرہ بیس سال پہلے واقع

---

[1] آیت کریمہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۔ (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس ایک گنہگار خبر لے کر آئے تو تحقیق کرو، کہیں جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل کو لگو اپنے کئے پر پچھتانے" ـــ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی) [2] خاکسار کی آنے والی کتاب حیات ولید بن عقبہ اموی ـــ ایک تنقیدی مطالعہ (زیر طبع)

ہونے والے حادثے سے ملاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس واقعہ کی وہ شہرت ہوئی کہ بعض بڑے بڑے مفسرین و مورخین اپنے کو تر دامنی سے نہ بچا سکے۔ اس واقعہ کی ہمہ گیر شہرت بلکہ خیرہ کن دہشت کا عالم یہ ہے کہ بعد کے ہر دور میں اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور جب کوئی مفسر و مورخ اس پر قلم اٹھاتا ہے تو بلا تنقید و تحقیق اور بغیر تفحص و جستجو کے پورا واقعہ ہی نہیں بلکہ صاحبِ معاملہ کی صحابیت کے شرف اور اعلیٰ مقام کو بھول جاتا ہے حتیٰ کہ وہ ان کے مقابلے میں اپنی فروتری اور پستی کی بھی رعایت نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے متعلق تمام تاریخی، تفسیری اور حدیثی معلومات و روایات کا تجزیہ و تحلیل کر کے اصل واقعہ کو اجاگر کیا جائے تاکہ ایک طرف تو یہ معلوم ہو سکے کہ حقیقت کیا تھی اور دوسری طرف یہ طے کیا جا سکے کہ تاریخ اسلام کے مطالعے اور فہم میں شان نزول کے فن پر کس حد تک اعتماد کرنا چاہیے۔ ترتیب زمانی اور تاریخ کے تقاضے کے مطابق اس بحث کا آغاز تاریخی واقعات کے تجزیے سے کیا جاتا ہے۔

(الف)

تاریخی واقعات و روایات

سیرتِ نبوی کی اولین دستیاب کتاب سیرۃ رسول اللہ، جو ابن اسحاق (متوفی ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء) کی تصنیف اور اس کے مرتب و محافظ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء) کی موجودہ کتاب السیرۃ النبویۃ کی دین ہے، کے مطابق یہ واقعہ یزید بن رومان کی سند پر بیان ہوا ہے جو آل زبیر کے ایک مولیٰ (آزاد کردہ غلام، یا رشتۂ "ولا" قائم کرنے والے آزاد شخص) تھے۔ ان کی روایت ہے کہ بنو مصطلق کے اسلام لانے کے دو سال بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ اموی کو ان پر عاملِ صدقات بنا کر بھیجا۔ قبیلے والوں نے ان کی آمد کی خبر سن کر ان کی پذیرائی کے لئے سوار ہو کر اپنے علاقے سے کچھ قدم ان کی جانب بڑھائے۔ حضرت ولید ان کے اس طرح نکلنے پر خوفزدہ ہو گئے اور واپس جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ بنو مصطلق نے نہ صرف صدقات روک لئے بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ مسلمان یہ سن کر بنو مصطلق کے

خلاف لشکر کشی کی باتیں کرنے لگے، اتنی کثرت سے کہ آپؐ بھی ان کے ہم نوا ہونے لگے۔ مدینہ میں یہ صورت حال تھی کہ بنو مصطلق کا ایک وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور انھوں نے بیان کیا کہ کس طرح عامل نبوی ان کے علاقے میں آئے اور پھر ان کا استقبال کنندوں کو دیکھ کر کس تیزی سے بلا کچھ کہے سنے واپس لوٹ گئے۔ وفد کے اراکین نے پھر حضرت ولید کے مبینہ الزامات کی تردید کی اور تب یہ آیت نازل ہوئی [۵]

واقدی (متوفی ۲۰۷ھ/۸۲۲ء) نے اگرچہ اپنی روایت بلا سند بیان کی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنو مصطلق کے وفد کے بعض اراکین کے بیان پر مشتمل ہے۔ واقدی کی روایت میں بعض اہم جزئیات ہیں مثلاً یہ کہ بنو مصطلق نے اپنی زمینوں اور باڑوں میں مسجدیں تعمیر کر لی تھیں۔ انھوں نے جب حضرت ولید کے آنے کی خبر سنی تو ان کے بیس افراد جزر (دودھاری اونٹنی) اور نَعَم (دودھار بکری بھیڑ وغیرہ) یعنی صدقات کے جانور لے کر ان کے استقبال کو آگے بڑھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی مصدق یا عامل بُعیر (باربرداری کا اونٹ) اور شاۃ (عام بھیڑ بکری) صدقے میں نہیں قبول کرتا ہے۔ دوسری طرف عامل صدقات نے ان کو دور سے دیکھا تو وہ تیزی سے لوٹ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ بنو مصطلق کے لوگ ان کے پہونچنے پر مسلح تھے۔ اور ان کے اور صدقہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف ایک تعزیری فوج بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا کہ بنو مصطلق والوں کو اس کی سن گن مل گئی اور ان کا ایک وفد جو استقبال کنندوں پر مشتمل تھا مدینہ پہونچا اور انھوں نے بارگاہِ رسالت میں ان کے آنے، دور سے لوٹ جانے، اپنے استقبال کے لئے نکلنے وغیرہ کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضرت ولید سے پوچھیے کہ کیا انھوں نے ہم سے اس سلسلے میں کوئی بات بھی کی تھی۔ قبیلہ کے اراکینِ وفد کا بیان ہے کہ ہم جناب نبوی میں اپنا عذر بیان کر ہی

---

[۵] ابن اسحاق، سیرۃ رسول اللہ، انگریزی ترجمہ الفرید گلیوم (A-GUILLAUME) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لندن ۱۹۵۵ء، ص ۴۹۳۔

رہے تھے کہ آیت کا نزول شروع ہوا۔ وحی کے ختم ہونے کے بعد آپ نے قرآن کا وہ حصہ سنایا اور ہمارے عذر اور ہمارے "صاحب" کے بارے میں آیت کریمہ کے نازل ہونے سے باخبر کیا۔[۵۸]

ابن سعد، کاتب و شاگردِ واقدی، نے اپنے استاد و پیش رو کی روایت کو مختصراً بیان کر دیا ہے اس میں اگرچہ کچھ فرق ہے تو صدقات کے مویشیوں کا فرق بتانے والا جملہ نہیں ہے[۵۹] ابن قتیبہ نے نہ صرف یہ کہ اس واقعہ کو اور اس کے ذیل میں مذکورہ بالا آیت کریمہ کے نزول کو بیان کیا ہے بلکہ حضرت ولید کو صاف صاف "کاذب" (جھوٹا) کہا ہے اگرچہ ان کو فاسق نہیں قرار دیا ہے۔ پھر اپنے دعوے کی مزید تائید اس روایت سے کی ہے جس میں سورہ سجدہ کی آیت نمبر[۱۰] کا حضرت علی اور حضرت ولید کے درمیان ایک تنازع پر نازل ہونے کا ذکر ہے[۱۱] ابن اعثم کوفی نے سورہ سجدہ کی آیت کا سبب نزول بیان کرنے کے بعد بنو مصطلق کا واقعہ بیان کیا ہے اور اس کی تائید میں حضرت حسان بن ثابت، شاعر نبوی، کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے[۱۲] ابو الفرج اصفہانی نے ابن قتیبہ کے انداز میں واقعۂ بنی مصطلق کو بیان کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ آیت کریمہ حضرت ولید کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ اصفہانی نے اس سے خود نتیجہ اخذ کر کے حضرت ولید کو فاسق

---

۵۸ واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس (MARSDEN JONES)، آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، ص ۹۸۱-۹۸۰۔ ۵۹ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء، دوم ص ۱۶۱۔ ۱۰ آیت کریمہ ہے: أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ۔ (بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر اس کے جو بے حکم ہے، نہیں برابر ہوتے۔ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی) ۱۱ ابن قتیبہ، المعارف، مرتبہ ثروت عکاشہ، قاہرہ ۱۹۶۰ء، ص ۳۱۹-۳۱۸۔

۱۲ ابن اعثم کوفی، کتاب الفتوح، حیدر آباد دکن ۱۹۶۸ء، جلد دوم ص ۲۶۰-۲۵۹۔

بھی کہا ہے اور زانی بھی۔ آخر الزام لگانے کا شرف تنِ تنہا اصفہانی کو جاتا ہے[۱۳]۔ بلاذری نے اپنی انساب الاشراف کی جلد اول میں جو عہد نبوی سے متعلق ہے نہ تو واقعۂ بنی مصطلق کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی ان دونوں آیات کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ البتہ اپنی پانچویں جلد میں واقعہ بنی مصطلق کو مختصراً بیان کر کے سورہ حجرات کی آیت کریمہ کے بارے میں وہی شانِ نزول بیان کی ہے جو دوسرے مذکورہ بالا مورخین نے کی ہے[۱۴]۔ مورخ طبری نے بھی اپنی تاریخ میں نہ تو اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی آیت کریمہ متعلقہ کے سبب و شانِ نزول کا[۱۵]۔ ان کے علاوہ مصعب زبیری[۱۶] اور محمد بن حبیب بغدادی ایسے علماء تاریخ و انساب میں ہیں جنھوں نے اس واقعہ کو یکسر نظر انداز کیا ہے۔ موخر الذکر نے تو اپنی فہرست "امراء رسول اللہ" میں حضرت ولید کو بنو مصطلق کا عاملِ صدقات ہی نہیں بتایا ہے[۱۷]۔

دوسرے مورخین اور تذکرہ نگار، جنھوں نے حضرت ولید بن عقبہ کی صدقات بنی مصطلق پر تقرری کے واقعہ کو بیان کیا ہے اور اس کے ضمن میں سورہ حجرات کی آیت

---

[۱۳] ابوالفرج اصفہانی، کتاب الاغانی، بیروت ۱۹۵۵ء، چہارم ص ۱۴۳ اور ص ۷-۳۵۶۔

[۱۴] بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۵۹ء، اول ص ۵۳۰، بلاذری نے بنو مصطلق کے دوسرے عامل حضرت عباد بن بشر انصاری کا تو ذکر کیا ہے جو حضرت ولید بن عقبہ کے جانشین ہوئے تھے لیکن اس موقعہ پر اس نے حضرت ولید کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔ حضرت ولید کے واقعہ کے لئے ملاحظہ ہو: جلد پنجم (یروشلم ۔۔۔)۔ ص ۳۵۔

[۱۵] طبری، تاریخ طبری، مرتبہ محمد ابو الفضل ابراہیم، دارالمعارف مصر ۱۹۶۲ء، دوم ص ۵۹۴، ص ۶۰۴، ص ۶۱۰-۹ اور جلد سوم ص ۷۴، ۱۱ اور ص ۱۵۳۔ طبری نے اس واقعہ کو بنو مصطلق یا مریسیع کے ذیل میں ذکر کیا ہے جیسا کہ عام مورخین کا قاعدہ ہے اور نہ ہے امراء رسول اللہ کے ذیل میں۔

[۱۶] مصعب زبیری، کتاب نسب قریش، مرتبہ لیفی پروفنسال، قاہرہ ۱۹۵۳ء، ص ۱۳۸۔

[۱۷] محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء، ص ۱۲۶۔

قرآنیہ کی شانِ نزول بیان کی ہے اور حضرت ولید کو صراحتاً یا ضمناً فسق کا مجرم قرار دیا ہے، یعقوبی،[۱۸] ابن عبدالبر،[۱۹] ابن حزم،[۲۰] ابن حجر،[۲۱] ابن اثیر[۲۲] اور ابن خلدون[۲۳] ہیں۔ متاخرین میں ذہبی اس اعتبار سے منفرد ہیں کہ وہ صدقات بنی مصطلق کا عامل تو حضرت ولید کو بتاتے ہیں تاہم سورہ حجرات کی متعلقہ آیت کا کوئی حوالہ نہیں دیتے بلکہ سورہ سجدہ کی آیت کریمہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت کی شانِ نزول کے بارے میں مذکورہ روایت کی سند صحیح ہے تاہم اس آیت کا مصداق عام جہنمی ہیں، کوئی مخصوص شخص نہیں[۲۴]۔ بعد کے مورخین اور مصنفین نے بلاتحقیق وتنقید اس واقعہ کو مع آیت کریمہ کے شانِ نزول کے قبول کر لیا ہے اور ان میں ہمارے دور کے ممتاز عالم دین مولانا مودودی کافی نمایاں نظر آتے ہیں[۲۵]۔

(ب)

تفسیری روایات وآثار

تقریباً تمام مفسرین نے اپنی تفاسیر میں سورۂ حجرات کی متعلقہ آیت کریمہ کی شانِ نزول اور اطلاقِ معنی سے بحث کی ہے۔ اور یہی حال، لیکن کسی کم درجہ میں، محدثین کرام کی جلیل القدر تصانیف میں ملتا ہے۔ محدث وتذکرہ نگار ابن عبدالبر نے نہ صرف یہ کہ حجرات کی آیت کا مذکورہ بالا سبب نزول بیان کیا ہے بلکہ یہ فتویٰ بھی دیا ہے کہ علماء کے درمیان اس باب میں

---

۱۸ یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، بیروت ۱۹۶۰ء، دوم ص ۵۰۔ ۱۹ ابن عبدالبر، الاستیعاب، برحاشیہ اصابہ سوم ص ۹۶۔ ۵۹۴۔ ۲۰ ابن حزم، جوامع السیرۃ، دارالمعارف مصر (غیر مورخہ)، ص ۲۰۵۔ ۲۱ ابن حجر، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، مصر ۱۹۳۹ء جلد سوم ص ۵۹۴-۵۹۴۔ نیز تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۷ھ، جلد ۱۱ ص ۱۴۴، ۱۴۲۔ ۲۲ ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران ایڈیشن ۱۳۷۷ھ، پنجم ص ۹۱-۹۰۔

۲۳ ابن خلدون، تاریخ، ، اول ص ۹۴-۷۸۳

۲۴ ذہبی، سیر اعلام النبلاء۔ قاہرہ ۱۹۶۲ء سوم ۲-۲۷۵۔

۲۵ سید ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت دہلی ۱۹۷۹ء، ص ۱۲-۱۱۱، نیز حاشیہ ص ۸۔

کوئی اختلاف نہیں ہے[۱۲۵]۔ یہ کہنے کی بات نہیں ہے کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنے علم و فہم کے مطابق یہ عام فیصلہ صادر فرمادیا تھا جو ان کے علم و یقین کی حد تک صحیح بھی ہو سکتا ہے لیکن بعد کے ادوار پر اس کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے سند حاصل کی جا سکتی ہے[۱۲۶]۔ چونکہ محدثین کرام کی روایات تفسیری روایات کی بنیاد و ماخذ ہیں اس لئے محدثین کرام کی آرا پر الگ سے بحث کی ضرورت نہیں ہے اور وہ تفسیری روایات کے ضمن میں از خود زیر بحث آجائیں گی۔

ہم تک جن مفسرین کی تفاسیر پہونچی ہیں اور جنھوں نے اس موضوع پر کلام کیا ہے ان کے تنقیدی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے طبقہ میں وہ تمام مفسرین کرام آتے ہیں جنھوں نے آیت کریمہ میں مستعمل لفظ "فاسق" کا اطلاق حضرت ولید بن عقبہ اموی پر اور لفظ "نبأ" کا ان کی بارگاہ نبوی میں روداد و خبر دینے پر کیا ہے۔ اس طرح یہ طبقہ مفسرین حضرت ولید کو علانیہ اور صریح الفاظ میں فسق کا مجرم و مرتکب گردانتا ہے۔ دوسرے طبقہ مفسرین میں وہ علماء آتے ہیں جو آیت کریمہ کے نزول کا سبب واقعہ بنی مصطلق کو قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دونوں الفاظ کے معنی میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ جیسے کہ ذہبی نے سورہ سجدہ کی آیت کریمہ کے ذیل میں تشریح کی ہے۔ یعنی اس طبقہ کے مفسرین ایک روایت میں تو حضرت ولید کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں مگر دوسری روایت میں عام فاسق اس سے مراد لیتے ہیں۔ تیسرا طبقہ ان مفسرین قدیم و جدید پر مشتمل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ واقعہ بنی مصطلق آیت کریمہ کے نزول کا زمانہ اور وقت رہا ہو تاہم وہ حضرت

---

[۱۲۵] موصوف کی عبارت ہے: ولاخلاف بین اهل العلم بتاویل القرآن فیما علمت ان قوله عزوجل "اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا" فی الولید بن عقبة. ملاحظہ کیجئے استیعاب جلد دوم ص ۶۰۳۔ [۱۲۶] مولانا مودودی مرحوم و مغفور نے اس سے سند حاصل کی ہے ملاحظہ ہو، خلافت و ملوکیت ص ۱۱۲ بالخصوص حاشیہ۔

ولید بن عقبہ پر لفظ فاسق کا اطلاق نہیں کرتے۔

طبقۂ اول مفسرین صدقاتِ بنی مصطلق پر حضرت ولید بن عقبہ کی تقرری، ان کے طرزِ عمل، بارگاہِ رسالت میں ان کی روداد، وفدِ بنی مصطلق کی آمد اور ان کی معروضات اور آیت کریمہ کے نزول کے تمام مسائل کو مختلف اسناد کی بنیاد پر بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ان روایتوں میں کافی تفصیلات کا فرق ہے تاہم وہ اپنے مقصد و تجزیے میں متحد ہیں۔ طبری نے یہ روایت چھ مختلف اسناد سے بیان کی ہے۔ جن میں ایک حضرت ابن عباس سے، ایک مجاہد سے اور دو دو روایتیں قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ کی اسناد پر مروی ہیں[۲۸]۔ فی شانِ نزول کے امام واحدی نے صرف حضرت حارث بن ضرار خزاعی کی تنہا سند پر یہی سبب نزول بیان کیا ہے[۲۹]۔ ابن تیمیہ[۳۰] اور ان کے شاگرد رشید ابن قیم[۳۱] کا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت ولید ہی اس آیت کے نزول کا سبب تھے اور وہی اس کے مصداق بھی۔ مفسر ابن کثیر نے اس مضمون کو کئی اسناد پر بیان کیا ہے جن میں بعض ابن جریر طبری سے، بعض مسند احمد بن حنبل کی سند پر، بعض ابن ابی حاتم اور طبرانی سے اور دو روایتیں مجاہد اور قتادہ سے بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان روایات میں صحیح ترین حضرت حارث بن ابی ضرار خزاعی کی سند پر بیان ہونے والی روایت ہے[۳۲]۔ بدر الدین زرکشی نے فاسق سے مراد حضرت ولید کو لیا ہے[۳۳]۔ محمد بن احمد بن جزی کلبی نے بھی حضرت ولید پر فسق کا کھلا

---

[۲۸] طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، مطبعہ میمنیہ مصر (غیر مورخہ)، جلد ۲۷، ص ۲۷-۷۱۔
[۲۹] واحدی، اسباب النزول، ص ۲۹۱-۲۹۲۔ [۳۰] ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، مطبعہ امیریہ مصر ۱۳۲۲ھ، سوم ص ۱۷۶۔ [۳۱] ابن قیم، التفسیر القیم، مرتبہ محمد اویس ندوی، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ ۱۹۴۹ء، ص ۴۴۱۔ [۳۲] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، عیسی البابی مصر (غیر مورخہ)، چہارم ص ۲۰۸-۲۱۰ نیز اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی (غیر مورخہ) پارہ ۲۶، ص ۴۷-۴۸۔ [۳۳] بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، عیسی البابی مصر ۱۹۵۷ء، جزء اول ص ۱۶۰۔

الزام ہی نہیں لگایا بلکہ ان کی پوری حیات کو فاسقانہ قرار دیا۔[۳۳۴]

جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کو طبقۂ اول کے مفسرین کا نمائندہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ انھوں نے غالباً قدیم و متوسط تمام علماء تفسیر میں ۔ بلکہ جدید مفسرین میں بھی ۔ ان سے بڑھ کر اور کسی نے تحقیق و تفحص سے کام نہیں لیا ہے ۔ موصوف نے تقریباً دس مختلف سندوں کے ساتھ جو روایت بیان کی ہے وہ طبقۂ اول کے مفسرین کے نظریے کی تائید کرتی ہے اگرچہ ان کی گیارہویں روایت طبقۂ دوم کے مفسرین کے خیال کی موافقت میں ہے ۔ ان کی پہلی سند احمد بن حنبل، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مندہ کی "سند جید" پر حضرت حارث بن خزاعی سے، دوسری طبرانی، ابن مندہ اور ابن مردویہ کی علقمہ بن ناجیہ خزاعی سے، تیسری اوسط میں بیان کردہ طبرانی کی حضرت جابر بن عبد اللہ سے، چوتھی سند ابن راہویہ، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ کی حضرت ام سلمہ ام المومنین سے، پانچویں ابن جریر، ابن مردویہ، اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن اور ابن عساکر نے اپنی تہذیب میں حضرت ابن عباس سے، چھٹی سند آدم، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی کی مجاہد سے، ساتویں ابن مردویہ کی حضرت جابر بن عبد اللہ سے، آٹھویں سند میں عبد بن حمید کی حسن سے، نویں میں انھیں بزرگ کی عکرمہ سے اور دسویں سند میں عبد بن حمید اور ابن جریر کی قتادہ سے اس آیت کریمہ کا حضرت ولید بن عقبہ کے شان میں نازل ہونا بتایا ہے[۳۳۵] سیوطی نے اپنی دوسری کتاب میں جو فن شان نزول پر ہے انھیں سندوں کی بنیاد پر انھیں روایات کو اجمالاً بیان کیا ہے اور دعوی کیا ہے کہ ان کی تمام اسناد کے سارے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔[۳۳۶] اسی

---

۳۳۴ محمد بن احمد بن جزی کلبی، کتاب التسہیل لعلوم التنزیل، مطبعہ مصطفی محمد مصر ۱۳۵۵ھ، جلد چہارم ص ۵۹ - ۵۸ -

۳۳۵ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، مکتبہ اسلامیہ تہران (غیر مورخہ) جلد ششم ص ۸۹ - ۸۷ -

۳۳۶ سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول، مصر ۱۹۵۴ء، ص ۲۰۲ - ۲۰۱

طبقۂ اول میں بغوی[۳۳۷]، ابن العربی[۳۳۸]، ابوالفیض فیضی[۳۳۹]، اور ہمارے دوسرے مفسرین جیسے معین الدین بن صفی الدین[۳۴۰]، محمد بن علی شوکانی[۳۴۱]، اور محمد نودی جاوی[۳۴۲] بھی آتے ہیں۔ ان کے علاوہ بیشتر شیعہ مفسرین جیسے ہاشم بن سلیمان بحرانی[۳۴۳]،

---

۳۳۷ ابومحمد حسین الفراء بغوی، معالم التنزیل، مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ، ص ۸۳۸۔
۳۳۸ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی، احکام القرآن، تحقیق علی محمد البجاوی، عیسیٰ البابی مصر ۱۹۶۸ء جلد چہارم ص ۱۷۰۳-۴۔ ۳۳۹ ابوالفیض فیضی، سواطع الالہام، نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۹ء ص ۱۴۱-۶۔ فیضی نے اپنی خود عائد کردہ پابندی کے سبب حضرت ولید بن عقبہ کا نام لینے سے گریز کیا ہے اور واقعہ کا مختصراً اشارہ کنایہ میں بیان کیا ہے تاہم اس کی بھی مراد وہی ہے جو عام طور سے اس طبقہ کی ہے۔ ۳۴۰ معین الدین بن شیخ صفی الدین، جامع البیان فی تفسیر القرآن، مطبع فاروقی دہلی (غیر مورخہ) جلد دوم ص ۴۱-۴۴۰۔ ۳۴۱ محمد بن علی شوکانی، فتح القدیر، مطبعہ مصطفی البابی مصر ۱۹۶۵ء، جلد پنجم ص ۷۲۔ شوکانی کا بیان ہے کہ اگرچہ قصے مختلف ہیں تاہم روایات کثیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ولید ہی اس کا سبب نزول تھے [illegible] سے مراد ہیں۔ ۳۴۲ محمد نودی جاوی، مراح لبید۔ تفسیر النودی، عیسیٰ البابی مصر (غیر مورخہ) جلد دوم ص ۳۱۳۔ حاشیہ پر ابوالحسن علی بن احمد واحدی (متوفی ۴۶۸ھ) کی کتاب الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز ہے اور وہ بھی اس نوع کی رائے کا اظہار کرتی ہے۔ ۳۴۳ ہاشم بن سلیمان بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ یا ۱۱۰۹ھ)، البرہان فی تفسیر القرآن، تہران ۱۳۷۵ھ چہارم ص ۲۰۵-۶۔ بحرانی نے اس سلسلہ میں سات روایتیں بیان کی ہیں۔ پہلی روایت میں فسق کے معنی کذب (جھوٹ) بتلاتے ہیں۔ چار روایات میں مختلف اسناد سے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے الزام لگایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم آپ کے نہیں بلکہ جریح قبطی کے ہیں۔ آپ نے غضب ناک ہو کر قبطی کے قتل کے لیے حضرت علی کو مامور کر دیا مگر قبطی نے ثابت کر دیا کہ وہ مجبوب ہے اور تناسل کے ناقابل۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ چھٹی روایت میں اس آیت کا اور ساتویں میں سورہ سجدہ کی آیت کا شان نزول حضرت ولید کے واقعات کو بیان کیا ہے۔

ابوالحسن عاملی اصفہانی، وغیرہ بھی شمار ہوتے ہیں[۱۴۴]۔ اگرچہ شیعہ مفسرین نے اپنی ایک مخصوص شیعی روایت میں اس آیت کریمہ کی شان نزول حضرت عائشہ صدیقہ کے ذیل میں بیان کی ہے۔ اور اس سے ان کے نسبتاً معتدل امامی مفسر ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) جو اپنی دوسری آراء کی بناء پر طبقۂ دوم کے مفسر ہیں، اپنا دامن نہیں بچا سکے ہیں[۱۴۵]۔

طبقۂ اول کے مفسرین کی بیان کردہ روایات اور ان کی اسناد کا ذکر کرنے کے بعد ان کا تجزیہ وتحلیل ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ بنو مصطلق کا واقعہ مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ قاری کے ذہن پر ان کو پڑھنے کے بعد پہلا تاثر یا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر واقعہ کی اصل صورت کیا تھی؟ اس ذیل میں متعدد دوسرے سوالات ابھرتے ہیں:

اول یہ کہ حضرت ولید بن عقبہ نے اپنی ناکام واپسی کی کیا وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھی؟

دوم یہ کہ صحابی موصوف کی روئداد سن کر مسلمانوں کا بالعموم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص کیا ردعمل ہوا تھا؟

سوم یہ کہ بنو مصطلق کے وفد نے کیا معذرت کی تھی اور ان کی معذرت کے بعد کیا ردعمل ہوا تھا؟

---

[۱۴۴] ابوالحسن عاملی اصفہانی، تفسیر المراۃ ومشکوۃ الاسرار، تہران، (غیر مورخہ)، ص ۲۶۰۔ عاملی نے فسق کے معنی سورہ سجدہ کے ذیل میں بتائے ہیں اور اس کا سبب نزول حضرت علی وولید کا واقعہ بتایا ہے۔

[۱۴۵] ابوعلی فضل بن حسن طبرسی، کتاب جوامع الجامع فی تفسیر القرآن المجید، تبریز ایران ۱۳۷۹ھ ص ۴۵۷ اور بیروت ایڈیشن ۱۹۵۵ء، جلد ۲۶، ص ۸۷۔ طبری کے ایران ایڈیشن میں شان نزول کے بارے میں دو روایتیں ملتی ہیں ایک حضرت کے بارے میں نازل ہوئی اور دوسرے "فاسق ونبا" سے عام معنی مراد ہیں لیکن بیروت ایڈیشن میں حضرت ماریہ والدہ ماجدۂ ابراہیم بن رسول کریم کا حوالہ بھی موجود ہے۔

چہارم یہ کہ خود جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا!

جہاں تک پہلے سوال کا جواب ہے تو مختلف تفسیری اور تاریخی روایات حضرت ولید کی ناکام واپسی کی مختلف وجوہ بتاتی ہیں۔ بیشتر قدیم روایات اس مضمون کی ہیں کہ حضرت ولید کسی بنا پر ڈر گئے (فَفَزِعَ) اور لوٹ کر مدینہ خبر دی کہ بنو مصطلق نے صدقات روک لیے یہ بڑی اہم بات ہے کہ تقریباً تمام ابتدائی مورخین مثلاً ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، ابن قتیبہ اور متاخرین میں ابن خلدون، ابن اثیر اور ذہبی[۱۷۷] نے ان کے خوفزدہ ہو کر راستے سے لوٹ آنے کا ذکر کیا ہے۔ بعض مورخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو اپنے قتل کا خوف اور صدقات نہ ادا کرنے کی غلط فہمی اس بنا پر ہوئی کہ بنو مصطلق کے استقبال کنندوں کو وہ غارت گر سمجھتے تھے۔ اس کی تائید بعض قدیم حفاظ حدیث و مفسرین کے بیانات سے ہوتی ہے۔ مثلاً مجاہد کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ولید نے اپنی واپسی کا سبب اپنے قتل کئے جانے کا خوف بتایا تھا۔[۱۷۸] چنانچہ دوسرے اور تیسرے طبقہ کے مفسرین کرام نے اسی کو قبول کیا ہے۔ طبقہ اول کے مفسرین نے بالعموم قتادہ کی روایت قبول کی ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ولید نے بنو مصطلق پر صرف صدقات روک لینے اور اپنے قتل کے منصوبے کا ہی الزام نہیں لگایا تھا بلکہ ان پر ارتداد کا الزام بھی عائد کیا تھا۔[۱۷۹] ظاہر ہے کہ یہ دوسرا الزام زیادہ سنگین تھا اور اس میں بدنیتی اور خبث خلق کی بو آتی ہے اور وہ سراسر ارادی اور کذب کی پیداوار معلوم ہوتا ہے چنانچہ طبقۂ اول کے مفسرین نے اس کو خوب خوب قبول کیا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ سنگین الزام مفسرین کی ان روایات میں لگایا گیا ہے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ اموی اور بنو مصطلق کے درمیان جاہلیت کے زمانے سے عداوت چلی آرہی تھی اس لئے وہ عمداً راستے سے پلٹ پڑے اور بنو مصطلق پر صدقات روکنے، مرتد ہو جانے اور ان کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلنے کے خود ساختہ الزامات عائد کئے۔ طبقۂ اول کے مفسرین — قدیم و متاخر — نے اس کو ترجیح دی ہے چنانچہ طبری، ابن کثیر، سیوطی، نیفی، ابن حجر، واحدی[۱۸۰] وغیرہ نے اس

(۱۷۷ تا ۱۸۰) حوالوں کے لئے ملاحظہ کیجئے سابقہ کتابوں کے مذکورہ بالا صفحات۔

بات کو اپنی روایات میں نمایاں طور پر واضح کیا ہے۔

دوسرے سوال کہ حضرت ولید بن عقبہ کی رپورٹ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا کیا ردِ عمل ہوا تھا کے جواب میں اکثر روایات کا یہ بیان ملتا ہے کہ مسلمانوں نے بنو مصطلق پر فوج کشی کی باتیں شروع کر دی تھیں اور مسلمانوں کی کثرتِ گفتگو یا رائے عامہ سے متاثر ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خطوط پر سوچنا شروع کر دیا تھا کہ اسی دوران بنو مصطلق کو سن گن مل گئی اور انھوں نے ایک وفد فوراً روانہ کر دیا، جس نے اپنا موقف واضح کیا۔ تمام قدیم مورخین مثلاً ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور کسی حد تک ابن قتیبہ اور تمام اہم متاخرین مثلاً ابن خلدون اور ابن اثیر وغیرہ نے اسی روایت کو بیان کیا ہے۔[۹۵]
لیکن مفسرین کے یہاں بالعموم اور طبقۂ اول کے مفسرین کے یہاں بالخصوص ایک دوسری روایت بھی ملتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ فوج کشی کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا بلکہ حقیقتاً ایک فوج حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں بھیج بھی دی تھی۔ اب یہاں سے اس روایت کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت خالد کی فوج (بعث) راستے ہی میں تھی کہ بنو مصطلق والے جو مصدق رسول کے آنے کے منتظر تھے اور ان کے وقت مقررہ پر نہ پہونچنے سے متفکر تھے اپنے سردار حضرت حارث بن ضرار خزاعی کی سرکردگی میں روانہ ہوئے اور راستے میں اس لشکر نبوی سے ملے اور سارا ماجرا کہہ کر اپنا موقف واضح کیا اور پھر وہ مدینہ بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنی قوم کے صدقات بھی لے گئے تھے۔ لیکن بعض دوسری روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ رات میں سفر کر کے صبح سویرے بنو مصطلق کے علاقے میں پہونچیں اور حملہ کرنے سے پہلے معلوم و جستجو کر لیں کہ بنو مصطلق کا اسلام کے بارے میں کیا طرزِ عمل ہے۔ حسب ہدایتِ نبوی حضرت خالد بن ولید نے کوچ کیا اور علاقے میں پہونچنے کے بعد انھوں نے اذان و نماز کی صدائیں سنیں اور واپس آ کر بنو مصطلق کے اسلام کی تصدیق کی۔[۱۵] گویا کہ حضرت خالد بن ولید کی یہ فوج دراصل غارت گر نہ تھی بلکہ طلیعہ تھی جو صرف خبر لانے اور مصدق رسول کی تصدیق کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔

تیسرے سوال کہ بنو مصطلق کے وفد نے کیا کہا اور اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا کا جواب بھی مختلف روایات میں مختلف انداز سے بیان ہوا ہے۔ زیادہ تر روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنو مصطلق نے بارگاہِ نبوی میں یہ عذر پیش کیا کہ مصدق نبوی یعنی حضرت خالد بن عقبہ اموی ان کے پاس پہونچے ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت حارث بن ابی ضرار خزاعی کی سند پر مروی روایت میں یہی ہے جو کہ مفسرین کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ بنو مصطلق کے سردار کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت نے ایک وقت مقررہ پر اپنا عاملِ صدقات بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ وقت موعود گذر گیا تو ان کو تشویش ہوئی کہ کہیں جناب رسالتمآب کسی سبب سے ناراض تو نہیں کہ مصدق نہیں بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے تفتیشِ حال کے لئے سربرآوردہ حضرات کا ایک وفد مدینہ بھیجا جہاں ان پر یہ راز کھلا کہ حضرت ولید نے راستے سے واپس جاکر ان کے بارے میں کیا رپورٹ دی ہے۔ طبری، ابن کثیر، سیوطی اور طبقۂ اول کے تمام دوسرے مفسرین نے اسی روایت پر تکیہ کیا ہے اور محدثین کرام کے ایک بڑے طبقہ نے جن میں احمد بن حنبل بھی شامل ہیں اسی روایت کو بہترین و معتمد ترین قرار دیا ہے[۵۲]۔ لیکن اسی کے پہلو بہ پہلو ہم کو وہ روایات بھی نظر آتی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ بنو مصطلق کے وفد کی ملاقات راستے میں حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں آنے والے لشکر سے ہو گئی تھی اور اسی سے ان پر حضرت ولید کے واپس جانے کی خبر ملی تھی۔
ان تمام روایات کے برعکس مورخین و مفسرین کی وہ روایات ہیں جن میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ وفدِ استقبالیہ نے حضرت ولید کو دور سے واپس پلٹتے دیکھ لیا تھا اور ان کے اس طرح واپس ہونے پر وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے پہونچے تھے[۵۳]۔

چوتھے سوال کہ جناب رسالتمآب نے اس پورے قضیے میں کیا فرمایا تھا کے جواب میں ہمیں بعض روایات یہ بتاتی نظر آتی ہیں کہ آپ نے ان کا عذر سن کر قبول فرما لیا اور اس کے بعد معاً آیت کریمہ نازل ہوئی لیکن بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے سکوت فرمایا اور اس کے بعد ہی فیصلہ خداوندی آیا۔ تاہم کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ آپ نے بنو مصطلق کے وفد کو مورد الزام قرار دیا (فاتّہمہم) مگر پھر

ان کی معذرت قبول کرلی۔ روایات کا ایک اور مجموعہ ایسا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ آپ نے بنو مصطلق کو متہم قرار دینے کے بعد یہ بھی فرمایا تھا کہ "تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ میرے پاس ایک شخص میرے جیسا ہے۔ اس کو میں تمہارے خلاف بھیجونگا اور وہ تمہارے تمام جنگ کے قابل مردوں کو قتل کر دے گا اور تمہاری اولاد و ازواج کو غلام بنالے گا۔" یہ کہہ کے، آپ نے، اس روایت کے مطابق، حضرت علی کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا گویا کہ آپ ان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

مولانا صدرالدین اصلاحی

صدر ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کی بعض اہم تصانیف

۱۔ اسلام ۔ ایک نظر میں

اس کتاب میں مولانا موصوف نے اسلام کے عقائد و عبادات سے لے کر اخلاق، معاشرت اور سیاست تک تمام پہلوؤں کا جامع تعارف کرایا ہے۔ اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کا انگریزی، ہندی، بنگلہ اور ملیالم زبانوں میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے

۲۔ دین کا قرآنی تصور

اس فکر انگیز کتاب میں مولانا نے ایک طرف تو اس غلط تصور دین کی مدلل تردید کی ہے جو مدتوں سے مسلمانوں کے اندر نفوذ کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف قرآن کی روشنی میں دین کا صحیح تصور نکھار کر پیش کیا ہے۔ قیمت آٹھ روپے

۳۔ اساس دین کی تعمیر

تربیت کے موضوع پر یہ بہت اہم کتاب ہے۔ اس میں توحید، آخرت، نماز اور صبر پر مولانا نے بڑی عالمانہ بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام ان بنیادوں پر اپنے ماننے والوں کی سیرت و کردار کی تعمیر کس طرح کرتا ہے؟ قیمت بارہ روپے۔

ملنے کا پتہ: **مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی**